فریضۂ جہاد

(از جناب مولانا سید فضل اللہ صاحب استاذ تفسیر جامعہ عثمانیہ)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا۔

"اس شخص کے لیے بیشک اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ (عمل) ہے جو اللہ سے اور قیامت کے دن سے امید رکھتا ہے۔ اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے"

اللہ تعالیٰ اپنے دین کو باقی رکھے گا۔ لیکن سوال آپ سے ہے کہ آپ اس سعادت میں کیا حصہ لے رہے ہیں؟ آج دنیا کے چپہ چپہ پر اسلامی تعلیم پہنچ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو چکی ہے۔ اب کوئی قوم یہ نہیں کہہ سکتی کہ ہم اسلام سے ناواقف رہے۔ خدا کی آواز ہم کو نہیں پہنچ سکی۔ اسکے سمجھنے کے سامان سے ہم محروم تھے۔ آپ تبلائیں کہ اس سعی میں آپکا کیا حصہ ہے؟

حکومتوں نے اپنی سیاسی مصلحتوں سے، تاجروں نے اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لیے، ماہر نفسیات نے اپنا علم مکمل کرنے کی غرض سے، دوسرے فن والوں نے اپنی فنی ضرورتوں کے نقطۂ نظر سے، نام آوروں نے اپنی شہرت کے لیے، فاضلوں نے اپنے فضل و کمال کا سکہ جمانے کے لیے اور نہ معلوم کن کن لوگوں نے کس کس نیت سے اور کس کس مقصد کو پیش نظر رکھ کر اللہ کا دین نہیں بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین سمجھ کر اس دین (قرآن و حدیث) کی، اس دین کی زبانوں (عربی، فارسی، اردو) کی خدمت انجام دی ہے۔ تو کیا اس سے تبلیغ کا فرض آپ کے سر سے اتر گیا؟

پندرہ روپوں میں دین کا پورا نصاب (کورس) اپنی زبان میں آپ کو مل سکتا ہے تو فرمائیے "بلغوا عنی ولو آیة" کی تعمیل میں کتنی خدا کی باتیں دوسروں کو آپ نے بتلائی ہیں؟ خدا نے بولنے کی طاقت دی ہے، آپ اپنی زبان گنگ کر لیتے ہیں۔ ضرورت کے وقت زبان کھولنے کو فتنہ بتلاتے ہیں۔ "الساکت عن الحق" بنے رہتے ہیں۔ لوگوں کو اللہ کی ہدایت نہ پہنچا کر بھٹکنے دیتے ہیں۔ دنیا میں اللہ کی نافرمانی بڑھتی جا رہی ہے۔ اسکے بندے گناہوں پر جری ہو رہے ہیں۔ آپ انہیں اللہ کا حکم نہیں بتاتے۔ پھر سوچیے کہ شیطان کا مقصد آپ کس آسانی سے پورا کر رہے ہیں آپ مامور تھے کہ:

من رای منکم منکراً	تم میں سے جو کوئی ناروا بات دیکھے تو اپنے
فلیغیرہ بیدہ	ہاتھ سے اسکو بدل دے۔

آپ ہاتھ سے تو کیا زبان سے بھی کام نہیں لیتے۔ اپنی ذمہ داریوں کو بالکل بھول چکے ہیں۔ آپ سے کہا گیا تھا۔

کنتم خیر امة اخرجت للناس	تم بہترین امت ہو لوگوں کے لیے مبعوث کیے
تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر	گئے ہو اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو۔ برائیوں سے روکتے
وتؤمنون باللہ (آل عمران)	ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے ایک قوم کی اصلاح کے لیے ایک ایک نبی بھیجا جاتا تھا۔ اب سارے عالم کے لیے امت محمدیہ مبعوث ہوئی ہے اور اسکے یہ تین فرائض یہاں گنائے گئے ہیں (۱) اچھی باتوں کا حکم دینا (۲) برائیوں سے روکنا (۳) اللہ پر ایمان رکھنا۔ ان تین فرائض کو پورا کرنے کے بعد ہی ہم خیر امت کے لقب کے مستحق ہیں۔ اگر ان باتوں سے ہم کنارہ کش ہو رہے ہیں تو پھر اس عزت کے لقب سے بھی ہم کو ہاتھ دھونا پڑیگا۔ اس امت کے ہر فرد کا یہ فریضہ ہے۔ اب اگر ہر فرد

اس فرض کو انجام نہیں دے سکتا تو امت اسلامیہ میں ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہیے جو اس فرض کو انجام دے۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون (آل عمران)

تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو خیر کی طرف بلائے اور نیکی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے یہی لوگ کامیاب ہیں۔

مگر یاد رکھیے کہ کامیابی صرف اسی مبلغ جماعت کے لیے مخصوص ہے۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم کی اصل فضیلت کیا یہ نہیں ہے کہ وہ اس دین کے معمار بنے؟ دین کو دوسروں تک پہنچانے میں انھوں نے اپنے جان و مال، وقت، دل، دماغ کو بے دھڑک خرچ کیا اور زندگی کے ہر لمحے کو وقفِ عمل رکھا۔ اگر آپ بھی اس نصرت خداوندی کے منتظر و آرزومند ہیں جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حاصل ہوئی تھی، تو اس کا ذریعہ صرف یہ ہے ولینصرن اللہ من ینصرہ (الحج) "اللہ ضرور مدد کریگا اسکی جو اللہ کی مدد کرتا ہے"۔ یاایھا الذین اٰمنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم (محمد) "اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کریگا اور تمہارے قدم جما دیگا"۔ آپ جانتے ہیں کہ نصرت نام ہے اسکا کہ جسکی آپ مدد کرنا چاہیں اسکی مرضی کے مطابق اپنی دولت فرصت و طاقت کا استعمال کریں اور اسکے بنائے ہوئے مقصد کے لیے آپکی ساری جدوجہد ہو۔ جب آپ اللہ کے پیغام کے پہنچانے اور منوانے میں اپنی پوری جدوجہد کرینگے اور اللہ کی مرضی کے مطابق اپنی طاقت و فرصت کا استعمال کرینگے تو اللہ تعالیٰ بھی آپ کی مدد کریگا اور آپ کی آرزوؤں کو پورا فرمائیگا۔ پھر غیر ممکن ہے کہ اللہ کی رحمت کی بارش آپ پر ہو اور آپ دونوں جہان میں سرسبز و شادکام نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے احکام کے جاری کرنے پر بشارت دیتا ہے:

ولو انهم اقاموا التوراة	اگر وہ قائم کرتے توریت وانجیل اور اس
والانجیل وما انزل الیهم من	چیز کو جو ان کے رب کی طرف سے ان پر اتاری گئی ہے
ربهم لاکلوا من فوقهم ومن	تو کھاتے اپنے اوپر سے اور پاؤں کے
تحت ارجلهم (مائدہ)	نیچے سے۔

جہاد اللہ کا پیغام پہنچانے اور اس کو منوانے کی سعی وکوشش کا نام ہے۔ اگر اس راستہ میں روپیہ پیسہ حتی کہ جان بھی چلی جائے تو یقین کیجیے کہ اسی دن کے لیے آپ کے پاس امانت تھی۔ "ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا" کے حکم کی تعمیل میں یہ سب دے کر آپ ہر امانت سے سبکدوش ہوتے ہیں تو صرف یہی نہیں کہ حور وقصور ہی آپکا خیر مقدم کرینگی بلکہ دنیا کی عزت، دولت اور حکومت بھی آپکے قدم چومیگی۔ اگر آخری نتیجہ آپکو اس وقت نظر نہیں آتا پروا نہ کیجیے۔ اللہ کا حکم ہے اس وجہ سے اور صرف اسی وجہ سے جہاد کے سب سے پہلے زینہ یعنی "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی تبلیغ کے لیے قدم بڑھائیے۔ اسکے اقرار کے بعد آپ اچھی باتوں کا حکم دنیا اور بری باتوں سے روکنا شروع کر دیجیے۔ آپکا ہر عمل نئے عمل کا راستہ کھولیگا۔ آپ یقین رکھیے کہ "والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا" "جنھوں نے محنت کی ہماری راہ میں ہم کھول دینگے ان پر اپنی راہیں۔" اپنی جدوجہد اس وقت تک جاری رکھیے کہ اللہ کا حکم شرعی جاری ہونے میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ پر آکر ہمارا فریضۂ جہاد ختم ہو کر دوسرے مجاہدہ کا دروازہ کھلتا ہے جس طرح ہماری یہ جدوجہد اور جانی ومالی قربانی ہمارے سب گناہوں کو دھو ڈالتی ہے اور جنت کا وارث بناتی ہے اسی طرح ہماری یہ سعی پیہم اور لگاتار عمل تخت وتاج کا مالک بھی بناتی ہے۔ بشارت سے پہلے ہمکو اشارہ کر دیا گیا ہے "واخری تحبونھا"، وہ دوسری تمہاری چہیتی چیز جسکو تم بہت

دور کی سمجھ رہے ہو - نصر من اللہ وفتح قریب ، اللہ کی مدد اور فتح قریب ہے - تمہاری طرف سے صرف تومنون باللہ ورسولہ وتجاھدون باموالکم وانفسکم کی ضرورت ہے - ثمرہ کام کے ختم پر ملتا ہے - کام انتہا پر اسی وقت پہنچیگا جبکہ آپ اسکو شروع کریں - آپ شروع تو کرتے نہیں - دقتیں پیش کرتے ہیں - عنوان کی آیت کو دیکھیے کہ ہر کام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہمارے لیے مشعل ہدایت ہے - دینِ حق کا قیام حضور کا اصل کام تھا - اس کام کے اُتار چڑھاؤ کا آپکی زندگی میں اور آپکی تعلیم میں ملنا ضروری ہے - کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کا پیغام سنانے میں ہر قسم کی مصیبتیں نہیں سہیں ؟ ہر طرح کی ذلتیں نہیں برداشت کیں ؟ ہر کٹھن وادی میں نہیں اُترے ؟ بالکل سچ ارشاد ہے کہ "جس قدر مجھکو اذیت دی گئی اتنا کوئی اور نہ ستایا جائیگا" (مشکوٰۃ باب الفقراء) - توجب آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کام لیکر اُٹھتے ہیں تو یہ پریشانیاں اور ذلتیں آپ کے لیے حوصلہ شکن نہیں ہو سکتیں - آپکو تو مزہ آنا چاہیے کہ یہ وہ حالات ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر گذر چکے ہیں - ہاں ! غیروں کے شور و شغب نے ہمارے ایمانی جذبات کو فنا کر دیا ہے - ہمکو خود اپنے سے مایوسی ہو رہی ہے - مگر ایسے حالات میں تو اور زیادہ استقلال وہمت کی ضرورت ہے -

نوا را تلخ ترمی زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی حدی را تیز تر میخواں چو محمل را گراں بینی

اس کام میں بڑی احتیاط اس بات کی رہے کہ دل و دماغ میں دولت وجاہ کی طلب بالکل نہ آنے پائے - یہ عبادت ہے اور سب سے بڑی عبادت - اور عبادت میں حکم ہے لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین - اِس طرح اللہ کا حکم بجا لا کر اس کا قرب حاصل کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے سے اللہ کے پیارے بنتے ہیں -

اس کے سوا کچھ مقصد نہیں - اور اگر آپکا اسکے سوا کچھ مقصد نہیں کہ اللہ خوش ہو اور اسکا کلمہ بلند ہو تو آپکی یہ سعی جہاد فی سبیل اللہ ہے - ورنہ اللہ سے کسی ثواب نتیجہ کی امید نہ رکھیے -

آپ خیال کرتے ہیں کہ جگہ جگہ مدرسے ہیں - انجمنیں ہیں - رسالے ہیں - کتابیں ہیں - اخبار ہیں - تقریریں ہے جلسے ہیں اور یہ سب کام تو ہو رہے ہیں - میں بھی کہتا ہوں کہ یہ سب باتیں جاری ہیں اور ان میں ترقی ہو - لیکن انکا ناکافی ہونا تو آپ خود بھی جانتے ہیں اور اس تلخ حقیقت کو بھی کہ ان میں سے کوئی چیز بھی ہمارے زمانہ میں دین سے لگاؤ پیدا نہیں کر رہی ہے - تو پھر شوق و رغبت کیسے پیدا ہو؟ اور جب شوق و رغبت نہیں تو ان اداروں سے فائدہ حاصل ہونا غیر ممکن ہی ہوتا جارہا ہے - سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے الٰہ ہونیکا مفہوم اپنے دل و دماغ میں واضح طور سے نقش کر لیجیے تو جڑ مضبوط ہو جائیگی اور جب جڑ مضبوط ہو گی تو ساری شاخیں اور ٹہنیاں پھل پھول دینے لگینگی - صحابہ کی زندگی آپکے سامنے ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں جس طرح انہوں نے کام کیا تھا آپ بھی کیجیے - اس میں جسقدر آپکی نیت امتثال امر الٰہی و اتباع سنت کی ہوگی اسی قدر اسکا اجر ہوگا - جس قدر جو طریقہ دین کی خدمت کا نبوت کے طریقہ سے قریب ہوگا اسی قدر اسکے آثار نمایاں ہونگے - اور جو بالکل سنت کے مطابق ہو اسکے انوار کا کیا کہنا -

آپ کہتے ہیں کہ روح اسلامی ضعیف و سرد ہو چکی ہے اور ایمانی قوتیں مضمحل ہوتی جارہی ہیں - اچھا تو پھر اس روح پھونکنے کا وہی طریقہ اختیار کیجیے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا تھا " لن یصلح امر ھذہ الامۃ الا بما صلح اولھا " پہلی مرتبہ بھی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے اسلام نے زندگی حاصل کی تھی - اب بھی وہ اس سے دوبارہ زندگی حاصل کر سکتا ہے اور کریگا - یہ انسان کا ایک فطری مطالبہ ہے کہ کسی کے سامنے سر جھکائے - اور اگر اسکی فطرت مردہ نہیں ہوئی ہے اور نہ غلط راستہ پر پڑی ہے تو پھر وہ ایک ہی کے سامنے سر جھکانا چاہتا ہے ۔۔۔ دل و زبان سے اللہ کے رسول

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی بات لا الہ الا اللہ کا اقرار کیجیے اور نماز پڑھ کر اسکا ثبوت دیجیے کہ ایاك نعبد و ایاك نستعین - جو طبقہ اصلاح سے مایوس ہے وہ صرف اسی کلمہ کی تبلیغ و تفہیم کے بعد دیکھے کہ حالات میں خوشگوار انقلاب ہوتا ہے یا نہیں - جس طرح نماز، حج، زکوٰۃ میں اپنی حالت پر نظر نہیں ہوتی صرف تعمیل حکم کا ارادہ ہوتا ہے اسی طرح تبلیغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں بھی صرف حکم کی بجا آوری ہمارا مقصد ہونا چاہیے - اس کام کو انجام دینے کے لیے یہ شرط نہ لگائیے کہ آپکی تبلیغ بار آور بھی ہو - انك لا تهدی من احببت "جسکو آپ چاہیں آپ اسکو ہدایت نہیں پہنچا سکتے" اور ہم اپنے کو تبلیغ و امر بالمعروف کا نا اہل سمجھیں اس سے بھی ہمیں روکا گیا ہے - یہاں جھوٹے انکسار کا کچھ کام نہیں -

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحقرن احدکم نفسہ قالوا یا رسول اللہ کیف یحقر احدنا نفسہ قال یری امر اللہ علیہ مقال ثم لا یقول فیہ فیقول اللہ عز وجل یوم القیٰمۃ مامنعك ان تقول کذا وکذا؟ فیقول خشیۃ الناس - فیقول فایای کنت احق ان تخشی (ترغیب کتاب الحدود صـ۳۴۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول اکرم کا ارشاد بیان کیا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے کو حقیر نہ خیال کرے - صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ ہم میں سے کوئی اپنے آپ کو حقیر و ذلیل کیسے سمجھے گا؟ ارشاد ہوا کہ اللہ کے احکام کو وہ دیکھتا ہے کہ اس میں کہنے کا موقع ہے پھر نہیں کہتا - قیامت میں اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیگا کہ فلاں فلاں معاملات میں ہدایت کرنے سے تجھکو کس امر نے روکا تھا - یہ جواب دیگا لوگوں کا ڈر تھا - اس عذر پر ارشاد خداوندی ہوگا کہ میں زیادہ اسکا مستحق تھا کہ تو مجھ سے ڈرتا -

عن انس قال قلنا یا رسول اللہ لا نامر بالمعروف حتی نعمل بہ کلہ ولا ننھی عن

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اس وقت تک لوگوں سے اچھے

المنکر حتی نجتنبہ کلہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم بل مروا بالمعروف وان لم تعملوا بہ کلہ - وانہوا عن المنکر وان لم تجتنبوہ کلہ (ترغیب کتاب الحدود)

کاموں کے لیے نہ کہیں گے جب تک کہ خود تمام اچھے کاموں پر ہمارا عمل نہ ہو اور ہم دوسروں کو برائیوں سے نہ روکینگے جبتک کہ ہم خود ان سے پوری طرح رک نہ جائیں - ارشاد ہوا کہ اچھی باتوں کا لوگوں کو حکم کرتے رہو اگرچہ تمام باتوں پر تمہارا عمل نہ ہو اور بری باتوں سے لوگوں کو روکتے رہو اگرچہ تم ساری برائیوں سے بچے ہوئے نہ ہو -

آپ خیال کرتے ہیں کہ آپکا شریعت کی بہت سی باتوں پر عمل نہیں ہے تو دوسروں کو کس طرح ہم کہیں - میں عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالی نے نہ بے عمل کو نصیحت سے روکا ہے اور نہ اسکی نصیحت کرنے کو گناہ قرار دیا ہے - یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرنا اور اپنے آپ کو بھول جانا بھی صحیح نہیں ہے

اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون -

تم لوگوں کو تو اچھی باتیں بتلاتے ہو مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو - کیا تم نہیں سمجھتے !-

لیکن دوسری طرف یہ بھی تو سوچیے اگر شریعت کی کچھ باتوں پر آپ کا عمل نہیں ہے اور پھر تبلیغ کے اہم فرض کو بھی آپ چھوڑ دیں تو آپکی بے عملی اور بھی بڑھ جائیگی -

جو بات اس امت محمدیہ کے ہر فرد کے ذمہ تھی اگر اسکو ہم صرف علماء سے مخصوص سمجھ لیں تو یہ ہماری بڑی غلطی ہے - جو بھی اپنے فرض سے غافل ہے اسکو جوابدہی کرنی ہوگی -

الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ -

تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے متعلق (اللہ کے پاس) جوابدہ ہوگا -

”زیادہ سے زیادہ علماء کا کام راستہ دکھلانا اور حق بتلا دینا ہے - اس پر چلنا اور چلانا یہ تو دوسروں کے ذمہ ہے“ (اسباب زوال امت از علامہ شکیب ارسلان)

"پہلے اپنے نفس کی اصلاح ضروری ہے" کہکر شیطان آپکو اس اہم فرض سے روکتا ہے اور آپکے نفس کو بھی اپنا ہمنوا بنالیتا ہے۔ حالانکہ اگر آپ اللہ کا یہ فرض انجام دینا شروع کردیں تو آپکے ایمان کی خامی نہ صرف دور ہوتی جائیگی بلکہ بڑی ریاضتوں اور اصلاح نفس سے برسوں میں جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ اس مجاہدہ سے دنوں میں حاصل ہوگا۔ اگر ہر شخص علیکم انفسکم کے منشاء کے مطابق اپنا فرض انجام دینے میں لگ جائے تو یقیناً پوری امت کی اصلاح ہوجائے ہر شخص اپنے شخصی فرائض کو پوری طرح ادا کرے۔ ایک گھر کا رکن ہے، اسکی وجہ سے اسکی ذات پر جو ذمہ داری ہے اس پر اسکی نگاہ اور اسکے مطابق عمل ہو۔ پھر وہ ایک خاندان کا رکن ہے، اسکے لحاظ سے اسکی ذات پر جو فرائض عائد ہوتے ہیں انکو نہ چھوڑے۔ پھر وہ ایک محلہ میں رہتا ہے ایک پیشہ میں ہے، ایک جماعت (سوسائیٹی) میں ہے، ایک شہر میں ہے ایک حصۂ ملک میں ہے، ایک ملک میں ہے، ایک حکومت میں ہے، اور دنیا میں ہے، ہر ایک لحاظ سے اسکی ذات پر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ انکو پورا کرے تو بےشک کسی کی گمراہی اس پر اثر انداز نہیں ہوسکتی۔ بشرطیکہ ہدایت کا سر رشتہ ان تمام مواقع میں اسکے ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔ اپنی اصلاح اور اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں دوسروں کا منہ تکتے رہو، اسکی گنجائش اس آیت میں بالکل نہیں۔ اور اگر آپ قرآن کے معنی سمجھنے میں قرآن جس پر نازل ہوا ہے اسکی تفسیر کو سامنے رکھیں تو اس سے معلوم ہو جائیگا کہ اس آیت کی تفسیر میں دراصل امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم دے رہے ہیں۔

عن ابی ثعلبة الخشنی فی قوله تعالیٰ	حضرت ابو ثعلبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم
علیکم انفسکم فقال اما واللہ لقد	صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا صرف اپنے
سئلت عنها رسول اللہ صلی اللہ علیہ	نفس کی نگہداشت واجب ہے تو ارشاد ہوا۔ بلکہ

وسلم فقال بل ائتمروا بالمعروف اچھے کاموں کے لیے ایک دوسرے سے کہو
وتناھوا عن المنکر۔ اور بری باتوں سے ایک دوسرے کو روکو۔

آپ سے کہا گیا ہے کہ لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ، یعنی فرض ادا کرنے والے اور فرض سے غفلت برتنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔

اگر نتیجہ آپکی سمجھ یا نظر میں نہیں آتا نہ سہی۔ ان سعیہ سوف یری پر تو ایمان ہے زندگی کے کسی دور میں اس کا ثمرہ نیت کے مطابق ہم کو ضرور ملیگا۔ اور وہ وقت اس سے تمتع کے لیے بہتر ہوگا۔ لا اضیع عمل عامل منکم کے وعدہ کے بعد کسی خسارے کا اندیشہ نہیں نتائج کیا مرتب ہونگے؟ اسکو آپ نہ سوچیے اللہ اور اسکے رسول سے معلوم کیجیے۔ بندہ کا کام بندگی یعنی اپنے فرائض پر نظر رکھنا ہے کہ کون کون فرض ادا ہوگیا اور کیا باقی ہے؟

آپنے اپنی ترقی وعزت کا ذریعہ تجارت، زراعت، صنعت، حرفت، نظم و اتفاق نہ معلوم کن کن چیزوں کو سمجھ رکھا ہے۔ لیکن تجربہ شاہد ہے کہ مسلمانوں نے جب کسی بات کو اپنی ترقی وعروج کا مستقل سبب قرار دیا اور درمیان میں اللہ کو نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے اسی کو انکی ذلت ونکبت کا سبب بنادیا۔ ان سے کہا گیا تھا کہ یورپ کے علوم وفنون اور انکا طریقہ تعلیم تم کو ہر قسم کی سربلندی وعزت بخشے گا اور تمہارے کھوئے ہوئے وقار کو واپس لائیگا۔ مگر قومی نقطۂ نظر سے دیکھیے کہ اسی تعلیم نے ان کے وقار وعزت کو خاک میں ملادیا اور اس راستہ سے انکی رہی سہی خوبیاں بھی ختم ہوگئیں۔ درانحالیکہ اسی تعلیم سے غیر مسلم نے ہر قسم کی ترقی کی۔ اسلام کی عبادت، معاشرت تمدن، سیاست وحکومت کے اصول جس قدر پاکیزہ، سادہ، سہل، پرحکمت، بلند پایہ، نتیجہ خیز، نفع بخش، اور محیط ہیں، دنیا کو اس کا اعتراف ہے، مگر ہمارا جدید تعلیم یافتہ آدمی نہ صرف

ان سے ناواقف رہے بلکہ ان پر نکتہ چینی اسکا دلچسپ مشغلہ ہے۔ اس پر رائے زنی اسکی روشن دماغی کا ثبوت ہے اور غیر مسلموں کے سامنے ان چیزوں کی تحقیر کو وہ رواداری کے لیے ضروری جانتا ہے۔ اسکا نتیجہ آپ دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے قومی مفاد کو غیروں کے ادنیٰ سے اشارہ پر ٹھکرا دیتا ہے اور اپنے مذہب کے احکام کی پائمالی کا اسکو بالکل احساس تک نہیں ہوتا۔ بخلاف اس کے اسلام کے علاوہ دوسرے طریقے جن میں تنگ نظری، دشواری، گندگی، خلاف فطری اور عقل میں نہ آنے والی باتوں کی کمی نہیں ہے، اُنکے پیرووں میں اسی تعلیم کا یہ اثر آپ دیکھینگے کہ وہ نہ صرف اپنے مذہب سے لپٹ کر رہنا چاہتے ہیں بلکہ اسکے حامی و داعی بھی ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ بہت سے حل طلب سوالات کے جواب سے انکا مذہب قاصر ہے اور انسانی زندگی کی ضرورتوں کے لیے ان کے مذہب کی ہدایتیں ناکافی ہیں۔ غیر مسلم اس تعلیم سے اس قدر کفایت شعار بن جاتا ہے کہ اسی تعلیمی ماحول میں مدتوں گذار کر بھی وہ اس سے بالکل نہیں شرماتا کہ سنجیدہ صحبتوں اور مذہبی اجتماعوں میں جسم کے جس حصہ کو کہیں بھی ننگا نہیں کیا جاتا اسکو بھی ننگا کر کے اپنی انتہائی کفایت شعاری کا ثبوت دے۔ مگر وہ مسلمان جسکو تبلایا گیا تھا کہ بے ضرورت خرچ شیطانی کام اور خدا کی ناشکری ہے، اسی تعلیم کے طفیل میں اپنے باپ دادا کے شاہی زمانے کی فضول خرچیوں کو بھی مات کر دیتا ہے۔ غیر مسلم اسی تعلیم سے ہر اس رسم و رواج بلکہ ایسی مذہبی رسموں کا بھی دشمن بن جاتا ہے جن سے اسکی قوم تباہ ہوتی ہو، مگر مسلمان اسی تعلیم کے بعد تباہ کن رسوم و عادات کی پیروی میں اپنے اگلوں کو بھی مات کر دیتا ہے۔

ان سے کہا گیا کہ تجارت تمہاری دولت میں ترقی دے گی، تمہاری عزت بڑھ جائیگی، تمہاری باتوں کا وزن ہوگا۔ بینک کا نظام تمہارے ہاتھوں میں ہو تو تمہاری فلاکت اور سارا افلاس دھل جائیگا۔ لیکن اس راہ میں بھی جتنی تگ و دو کی اسکا کچھ نتیجہ نہ نکلا بلکہ ایک دھاک جو قائم

تھی وہ بھی جاتی رہی - بخلاف اسکے غیر مسلموں نے اس راہ میں جو ترقی کی ہے وہ آپکے سامنے ہے - زراعت میں مسلمانوں کی زمینیں انکے ہاتھوں سے نکلتی جارہی ہیں اور دوسری زراعت پیشہ قوموں کا زمین پر قبضہ بڑھتا جارہا ہے - صنعت و حرفت کے میدان میں بھی نتائج کچھ امید افزا نہیں - کیا اسکے بعد بھی آپ یہ نہ سمجھینگے کہ خدا سے منہ موڑ کر مسلمان جدھر بھی جائینگے ٹھوکر ہی کھائینگے۔

آپ کہتے ہیں کہ ہم اس وقت بڑے مایوس کن ماحول میں ہیں - مگر ذرا تو سوچیے کہ کیا آپ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی زیادہ مایوس کن ماحول میں ہیں؟ ایمان کی وجہ سے آپنے کبھی پتھر کھائے؟ ایمان کی وجہ سے کبھی آپکی ناک میں دھونی دی گئی؟ صحابہ کے ان مصائب اور پریشانیوں کو آپ ہم سے زیادہ جانتے ہیں - ان کو کیوں دھراؤں - البتہ یہ ضرور کہونگا کہ اگر آپ مایوس کن ماحول میں ہیں تو ایسے ماحول میں اور زیادہ ہمت اور عزم سے کام لینے کی ضرورت ہے ورنہ ہمت ہارنے کے نتائج اور بھی زیادہ مایوس کن ہونگے -

اس قدر اہم، نتیجہ خیز اور انقلاب انگیز فریضہ کو پسِ پشت ڈالنے کے لیے ایک عجیب و غریب عذر قربِ قیامت کا پیش کیا جاتا ہے - حالانکہ قرآن و حدیث میں قربِ قیامت کے عذر کی بنا پر اس فرض کے چھوڑنے کی اجازت کا مجھکو کہیں پتہ نہیں چلا - خصوصاً علماء کو تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بخوبی واقف ہونا چاہیے -

سیکون فی اٰخر ھذہ الامۃ	اس امت کے آخر میں ایک گروہ ہوگا جو صحابہ جیسا
قوم لھم مثل اجر فھم یامرون	اجر حاصل کریگا - وہ امر بالمعروف کریگا اور برائیوں
بالمعروف وینھون عن المنکر و	سے روکے گا - اور فتنہ پردازوں سے
یقاتلون اھل الفتن (مشکوٰۃ)	جنگ کرے گا -

اگر قیامت کے قریب ہونے کا علم آپ کو ہے تو پھر اس وقت سے بڑھکر کون سا موقع ہوگا

کہ آپ صحابہ کے درجوں کو حاصل کرلیں بلکہ اجر خمسین منکم۔

مثل امتی کالمطر لا یدری
میری امت کی مثال بارش کی ہے پتہ نہیں

اولہ خیر ام آخرہ
کہ پہلی بارش بہتر ثابت ہوگی یا آخر۔

ان مواقع کو کھودینا خصوصاً علم رکھنے والوں کے لیے تو کسی دانشمندی کی علامت نہیں ہے۔
قرآن نے ہمکو بتلایا ہے کہ ایک جماعت نے سابقین بالخیرات سے ایسی ہی مایوس کن حالت میں کہا تھا:

لِمَ تَعِظُونَ قَوماً اللہُ مُہلِکُہُم
تم ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جسکو

او معذبہم عذاباً شدیداً۔
اللہ ہلاک کرنیوالا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے؟

انہوں نے جواب دیا:۔

قَالُوا مَعذِرَۃً اِلیٰ رَبِّکُم وَ
اس لیے کہ اپنے رب کے سامنے خود اپنی

لَعَلَّہُم یَتَّقُونَ۔
ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں اور اسلیے کہ شاید یہ لوگ خدا سے ڈریں۔

فانجینا الذین ینہون عن السوء
جو لوگ برائیوں سے روکتے تھے انکو تو ہم نے

واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس۔
بچا لیا اور باقی ظالموں کو سخت عذاب میں پکڑ لیا۔

پس اگر ہم نجات چاہتے ہیں تو ہم پر دعوت الی الخیر اور امر معروف و نہی عن المنکر لازم ہے
جو لوگ ظالم بستیوں میں اللہ کے باغیوں کے ساتھ رہیں اور اصلاح کی کوشش نہ کریں ان کے حق میں قرآن کا فیصلہ یہ ہے:

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل
بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور

علی لسان داؤد وعیسیٰ ابن مریم
عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ اس لیے

ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون۔
ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گذرتے تھے۔

کانوا لا یتناہون عن منکر فعلوہ
وہ ایک دوسرے کو برے کاموں سے روکتے نہ تھے

ولبئس ما كانوا يصنعون ۔

اور یہ بہت برا تھا جو وہ کرتے تھے ۔

کس قدر ڈرنے کی بات ہے کہ اس فرض کے چھوڑ دینے سے ہم کلمہ گوئی کے نفع سے بھی محروم ہوجاتے ہیں۔

عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تزال لا اله الا الله تنفع من قالها وترد عنهم العذاب والنقمة ما لم يستخفوا بحقها قالوا وما الاستخفاف بحقها قال يظهر العمل بمعاصي الله فلا ينكر ولا يغير (ترغيب)

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا الہ الا اللہ اپنے قائل کو نفع پہنچاتا رہیگا اور عذاب و مصیبت کو ہٹاتا رہیگا جب تک لوگ اسکے حق کی ناقدری نہ کریں۔ حاضرین نے دریافت کیا کہ اسکے حق کی ناقدری کیا ہے؟ فرمایا اسکی ناقدری یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی کھلم کھلا ہونے لگے اور پھر بھی نہ تو اس پر انکار کیا جائے اور نہ اس حالت کو بدلنے کی کوشش کی جائے۔

اس تبلیغ کو چھوڑنا ہر قسم کی ذلت، نکبت اور پریشانیوں کو دعوت دینا ہے۔

عن حذيفة مرفوعا قال والذي نفسي بيده لتامرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر او ليوشكن الله يبعث عليكم عقابا ثم تدعونه فلا يستجيب لكم (ترغيب)

حضرت حذیفہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان کرتے ہیں کہ تم پر نیک کاموں کے لیے کہتے رہنا اور بری باتوں سے روکتے رہنا ضروری ہے۔ ورنہ قریب سمجھو کہ اللہ تم پر عذاب مسلط کرے گا۔ پھر دعا کروگے تو تمہاری دعائیں قبول نہ کریگا۔

عن ابي بكر الصديق اني سمعت رسول الله يقول ان القوم اذا راوا المنكر فلم يغيروه عمهم الله بعقاب (نسائی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ کوئی قوم جب ناروا باتوں کو دیکھ کر ان کو بدل نہیں دیتی تو اللہ تعالی اس پر عذاب عام بھیجتا ہے۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایہا الناس مروا بالمعروف وانہوا عن المنکر قبل ان تدعوا اللہ فلا یستجیب لکم وقبل ان تستغفروہ فلا یغفر لکم۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! نیکی کا حکم دو اور بدی سے روکو قبل اسکے کہ وہ وقت آئے جب تم اللہ سے دعا کرو تو تمہاری دعا نہ سنی جائے اور توبہ کرو تو قبول نہ ہو۔

اس زمانہ میں ہماری جو حالت ہو رہی ہے ان آیات و احادیث کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل اس اہم فریضہ (تبلیغ) کو چھوڑنے ہی سے ہم عذاب الٰہی میں مبتلا ہوئے ہیں۔ حشر کیسا ہوگا وہ بھی سن لیجیے۔

عن عبد الرحمن بن عوف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیخرجن من امتی من قبورہم فی صورۃ القردۃ والخنازیر بمداہنتہم فی المعاصی وکفہم عن النہی وہم یستطیعون (تذکرہ عبدالرحمن بن عوف)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ قبروں سے بندروں اور سوروں کی صورت میں اٹھینگے گناہوں میں مداہنت برتنے کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ انکو قدرت تھی اور پھر وہ برائیوں کے روکنے سے باز رہے۔

اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فلاح کا مدار ہی چار چیزوں پر رکھا ہے۔

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔

زمانہ گواہ ہے کہ تمام انسان نقصان میں ہیں مگر وہ (۱) جو ایمان لائے (۲) جنہوں نے نیک عمل کیے (۳) ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کی (۴) ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔

(۱) ایمان، یعنی صرف اللہ کے الٰہ اور رب ہونے کا اقرار اور اللہ کے رسول کی تعلیم کو قبول کرنا۔

(۲) نیک عمل، یعنی اُس لائحۂ عمل پر چلنا جو خدا نے اپنے رسول کے ذریعہ سے بھیجا ہے۔ اس سے ہٹ کر کسی عمل کا نام عملِ صالح نہیں ہے۔

(۳) تواصی بالحق، یعنی اللہ کے دوسرے بندوں کو بھی اسی ایمان اور عمل صالح کی طرف دعوت دینا۔

(۴) تواصی بالصبر، یعنی ہر قسم کی مشکلات اور مصائب کے مقابلہ میں حق پر خود قائم رہنا اور دوسروں کو بھی ڈٹے رہنے پر آمادہ کرنا۔

یہ چار چیزیں ہیں جنکے فقدان کا لازمی نتیجہ قرآن کی رو سے خسران ہے۔ پس اگر آپ خسران سے بچنا چاہتے ہیں اور فلاح کے خواہشمند ہیں تو آپ کے لیے ان نکات چہارگانہ کے سوا کوئی دوسرا پروگرام نہیں ہے۔ اسکو چھوڑ کر کسی دوسرے پروگرام پر آپ چلینگے تو جو انجام اب تک دیکھا ہے آئندہ اس سے بھی برا انجام دیکھینگے۔ لتکونوا شھداء علی الناس میں امامت کا منصب جو آپکو عطا ہوا ہے اسکو اپنے کاندھوں سے اتار کر آپ کس طرح امید رکھتے ہیں کہ دنیا میں امامت کی سعادت آپکو نصیب ہوگی اور قیامت کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت آپ کے حق میں ہوگی۔ واللہ یھدی من یشاء الی سبیل الرشاد۔